ہمارے گاؤں کی حدود داور کزئی ایجنسی سے ملتی ہیں اور کزئی کی طرف ہمارے گاؤں کی جو زمین ہے وہ شامات ہے جس سے گاؤں کے لوگ لکڑیاں اور پتھر لاتے اور چراگاہ کے طور پر استعمال کرتے رہے ہیں اس زمین کے کچھ حصہ پر اورکزئی ایجنسی کا جو سرحدی گاؤں (بیزوٹ) واقع ہے۔ اس کے لوگوں نے قبضہ کرر کھا ہے۔ جس پر طویل عرصے سے وقتاً فوقتاً لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ سرکاری نقشوں میں وہ انگریز کے زمانے سے ہمارے گاؤں کی ملکیت ہے اور عدالت نے بھی ہمارے حق میں اس کا فیصلہ دیا ہے۔

اب از روئے شریعت علماء کرام اس مسئلہ کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ گاؤں چونکہ اورکزئی ایجنسی میں واقع ہے لہذا اس گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ ہم تو قبائل ہیں اور چونکہ پاکستانی قوانین اور احکام کا اطلاق قبائل پر نہیں ہوتا اس لئے تقسیم اراضی کے جو سرکاری نقشے ہیں اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

اب قابل استفتاء امر یہ ہے کہ!

کہ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے " کہ تقسیم اراضی کے جو سرکاری نقشے ہیں قبائل کے لئے ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں " از روئے شریعت وضاحت فرمائیں۔

المستفتی

مولانا محمد اسماعیل

محمد زئی کوہاٹ

٥٠
١١٥٦
٥/١٧
٣٠
٥/٢٣
٢٠٠٩

Scanned with CamScanner

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر مع رجسٹر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال وجواب

الجواب حامداومصلیا

گاؤں کے اردگرد جو غیر آباد زمین ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ایک تو وہ زمین ہوتی ہے جو گاؤں کی مشترک ضروریات کے لئے ہوتی ہے جیسے گھاس لکڑی وغیرہ۔اس زمین کا حکم یہ ہے کہ یہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی اور کوئی شخص اس کو آباد نہیں کرسکتا کیونکہ یہ سب کی مشترک ضروریات کے لئے ہے۔

دوسری زمین وہ ہوتی ہے جس سے گاؤں کی ضروریات وابستہ نہیں ہوتیں بلکہ وہ دور ہونے کی وجہ سے بے کار پڑی رہتی ہے۔شرعاً اس کو ارض موات کہتے ہیں۔اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسکو حکومت کی اجازت سے آباد کرلے تو وہ مالک ہوجاتا ہے۔اگر حکومت کی اجازت کے بغیر آباد کرے تو وہ مالک نہیں ہوگا ہاں دوسروں کے مقابلے میں اس کو ترجیحی حق ہوگا کہ وہ اجازت لیکر مالک بن جائے۔

اسلئے صورت مسئولہ میں آپ حضرات کے گاؤں کے اردگرد جو زمین لکڑی اور گھاس کاٹنے اور دیگر ضروریات کیلئے مختص ہے وہ آپ کے گاؤں کیلئے بطور حریم کے ہے،دوسرے گاؤں والوں کا اس پر ملکیت کا دعوی کرنا شرعاً درست نہیں،اگر سرکاری کاغذات نہ بھی ہوتے پھر بھی محل وقوع کے اعتبار سے اس جگہ کے حقدار آپ کے گاؤں کے مکین تھے، اور اگر سرکاری کاغذات میں بھی نام ہے تو یہ اور زیادہ مؤید ہے۔البتہ اگر اس جگہ سے دوسری طرف کوئی دوسرا گاؤں بھی متصل ہو اور اس کیلئے کوئی اور مرعی اور محتطب نہ ہو تو وہ بھی اس جگہ سے انتفاع کرسکتے ہیں لیکن ملکیت کا دعوی کسی کے لیے درست نہیں۔

فی المجلة: ١٢٧٠:الاراضی الموات هی الاراضی التی لیست ملکا لاحد ولا هی مرعی ولا محتطبا لقصبة او قریة وهی بعیده عن اقصی العمران یعنی ان جهیر الصوت لو صاح من اقصی الدور التی فی طرف تلك القصبة او القریة لایسمع منهاصوته .

مادة :١٢٧١:الاراضی القریبة من العمران تترك للاهالی مرعی ومحتصداو محتطبا ویقال لها الاراضی المتروکة .

فی دررالحکام شرح مجلة الاحکام: الأراضی القریبة من العمران أی الخارجة عن العمران أو القریبة منه تترك للأهالی علی أن تتخذ مرعی أو بیدرا أو محتطبا ولا یعد انتفاع الأهالی منقطعا عن تلك الأراضی الطوری - والمحلات التی یصل إلیها صوت جهیر الصوت عند صیاحه من أقصی العمران تعد قریبة من العمران وحریما للعمران فلا تعد مواتا ولو لم یکن لها صاحب ، أما الأراضی الواقعة فیما وراء وصول الصوت فتعد مواتا إذا تحققت القیود المذکورة فی المادة الآنفة ، کما أن الأراضی

Scanned with CamScanner

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

عنوان / تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاویٰ	فتویٰ نمبر مع رجسٹر
	الواقعة داخل العمران أى فى داخل القصبة والقرية لا تعد مواتا وتدعى هذه الأراضى الأراضى المتروكة فلا يجوز إحياء هذه الأراضى ولا تمليكها لآخر لأنه إذا كان الناس يستعملونها فى الحال فهم محتاجون إليها تحقيقا وإذا كانوا لا يستعملونها فهم محتاجون إليها تقديرا وهذه الأراضى هى كالطريق والنهر الطورى بزيادة ـ مثلا : لو ملك والى ولاية عرصة مستعملة من القديم لوقوف مركبات أهل قصبته ، وأحدث المشترى عليها بناء فيقلع بناؤه وتبقى العرصة كالأول .. والله اعلم بالصواب (سید حسین احمد) دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴ ۱۵-۵-۱۴۳۰ھ الجواب صحیح احقر محمود اشرف غفراللہ لہ ۱۶/۵/۱۴۳۰ھ			۵۱

Scanned with CamScanner